© rasailojaraid.com

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی :

ڈاکٹر مصطفیٰ خاں کی اقبال شناسی

(۱)

"عقائد کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے، اور اخلاق سے جذبات متاثر ہوتے ہیں۔ پھر شعوری یا غیر شعوری طور پر جذبات سے کلام بھی اثر پذیر ہوتا ہے۔ جو لوگ ظاہر و باطن میں فرق رکھتے ہیں، تھوڑی دیر کے لیے زبان و بیان کی خوبی یا تجربات و مشاہدات کی ترجمانی سے یقیناً اثر آفرینی کر سکتے ہیں، لیکن ایسا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ عبارت کی رنگ آمیزی، رونا بسورنا، تمثیلی حرکات و سکنات وغیرہ، بہت سی چیزیں ہیں، جن سے ایک فن کار فائدہ اٹھانا چاہتا ہے، اور ظاہری رکھ رکھاؤ کے باوجود فسانہ و فسوں بن کر رہ جاتا ہے۔ فن میں جب اخلاق، اور حقانیت کا پیوند لگ جاتا ہے تو پھر اس کے ذریعے کردار کی تعمیر ہوسکتی ہے، اور جہانِ تازہ کی نمود بھی ہوتی ہے"۔

جو لوگ اقدارِ حیات اور زندگی (اور فن کی تخلیق) میں عقائد، اخلاق، حقانیت، خلوص اور تعمیر کردار کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، وہ تو شاید اس اقتباس پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈال کر آگے بڑھ جائیں گے (اور ان کی اس کوتاہیِ فکر و نظر پر انھیں معذور سمجھنا چاہیے) لیکن اہلِ بینش و بصیرت حسب قدر غور کریں گے، اس کی صحت و حقانیت واضح تر ہوتی چلی جائے گی۔ یہ اقتباس،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محترم ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے ایک مضمون "اقبال کے ذہنی عقائد" سے لیا گیا ہے (معارفِ اقبال طبع دوم ص ۱۰۳)۔ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک مسلّم عالم، بلند پایہ ادیب اور مایہ ناز محقق و ناقد — اور سب سے اہم یہ کہ انسانیت کی قابلِ قدر خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ ان کی دل نواز شخصیت کے تناظر، اور عمومی انسانی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں یہ اقتباس اپنے اندر بڑی معنویت رکھتا ہے۔ اس سے ہمیں لکھنے والے کے ذہنی سانچے اور ترجیحات و معیارات کا اندازہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے تحقیقی و علمی سرمائے میں خاصا تنوع ہے، مگر اس پر موصوف کے مخصوص ذہن و ذوق کی ایک چھاپ نظر آتی ہے۔ موضوعات کے انتخاب کے علاوہ ان کے علمی و ادبی طریقِ کار میں بھی ان کا مخصوص ذوق جھلکتا ہے۔ "اقبالیات" آپ کے اہم علمی موضوعات میں سے ہے، اور اس کے اختیار و انتخاب میں بھی آپ کا متذکرہ ذوق کارفرما ہے۔

اقبالیات پر آپ کی دو بلند پایہ تصانیف "اقبال اور قرآن" اور "معارفِ اقبال" اقبال صدی (۱۹۷۷) کے زمانے میں شائع ہوئیں، مگر علامہ اقبال اور ان کے فکر و کلام سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی دلچسپی بہت پرانی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جس زمانے میں وہ ناگپور یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے صدر تھے، انہوں نے: "میٹرک سے لے کر ایم اے تک ہر کلاس میں علامہ اقبال کے کلام کو داخل کرا دیا۔" اور بعد ازاں، حسبِ موقع کراچی اور بعد میں سندھ یونیورسٹی میں بھی یہی طریقِ کار اختیار کیا (دیباچہ: "اقبال اور قرآن" ص ۵) اقبالیات سے ان کی طویل رفاقت و وابستگی کا حاصل ان کی متذکرہ بالا دو تصانیف ہیں۔ پچاس سالہ علمی و فکری ارتباط کا نتیجہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف دو کتابیں ؟ قامت و مقدار کے اعتبار سے یہ سرمایۂ علمی بہت تھوڑا محسوس ہوتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اپنی معنوی حیثیت سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کا حاصل تحقیق و تنقید اقبالیات کے کئی دفتروں پر بھاری ہے۔

(۲)

"معارفِ اقبال" نو مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات، مختلف اوقات میں لکھے گئے اور شاید اسی لیے ان کے موضوعات میں خاصا تنوّع ہے۔ کلام اقبال کا تاریخی و سیاسی پس منظر، اقبال کا نظریۂ شعر و ادب، اقبال اور حدیث، اقبال اور عشقِ رسول، اقبال کے دینی عقائد، اقبال اور ترک، اقبال اور برگساں، اقبال اور تصوف۔ یہ سارے موضوعات، تنقید اقبال کے اہم پہلوؤں سے متعلق ہیں۔ بعض مضامین تو بہت مختصر ہیں، جیسے: "اقبال کے دینی عقائد" (نو صفحے) مگر بعض خاصے تفصیلی ہیں، جیسے: "اقبال اور حدیث" (پندرہ صفحے) یا "اقبال اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم" (بیالیس صفحے)۔ دیکھا جائے تو یہ تفصیلی مضامین، ڈاکٹر صاحب کے مرغوب موضوعات ہیں اور ان کی اسی ذہنی افتادِ طبع کے مطابق ہیں، جس کا ذکر اوپر کی سطور میں، ایک اقتباس کے حوالے کیا گیا ہے "کلام اقبال کا تاریخی و سیاسی پس منظر" اقبال کی شاعری کو سمجھنے کے لیے ایک طرح سے کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مضمون کو پڑھتے ہوئے تاریخ، سیاسیات، عمرانیات اور عالمی ادب کے شعبوں میں ڈاکٹر صاحب کی وسعتِ مطالعہ اور عمقِ نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اقبال کے بیشتر نقادوں نے ان کے کلام کو تین یا چار ادوار میں تقسیم کیا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) ابتدا سے ۱۹۰۵ء تک

(۲) ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک

(۳) ۱۹۰۸ء سے ۱۹۲۴ء تک

(۴) ۱۹۲۴ء سے آخر تک

مگر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کو اس تقسیم سے اتفاق نہیں۔ انھوں نے کلام اقبال کو اس کی نوعیت کے اعتبار سے اس طرح تقسیم کیا ہے:

(۱) ابتدا سے ۱۹۱۱ء تک

(۲) ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۳ء تک

(۳) ۱۹۲۴ء سے ۱۹۳۸ء تک

یہ ان کی منفرد سوچ اور مطالعے کا نتیجہ ہے۔ مختلف ادوار کی شاعری پر بحث کرتے ہوئے انھوں نے، نہایت خوبی کے ساتھ، اس کے سیاسی پس منظر اور تاریخی واقعات کی طرف اشارے کیے ہیں۔ "اقبال اور حدیث" ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کے وسیع دینی مطالعے اور حدیث نبوی صلعم پر ان کی گہری نظر کا ثبوت ہے، اگرچہ اس مطالعے کو انھوں نے صرف "اسرار و رموز" تک محدود رکھا ہے، پھر بھی اپنی نوعیت میں سیر حاصل ہے۔ اقبال کے جن اشعار میں، احادیث کے بعض اجزا واضح طور پر نظر آتے ہیں، جیسے:

آنکہ خاشاکِ بتاں از کعبہ رُفت

مردِ کاسب را حبیب اللہ گفت

(الکاسبُ حبیب اللہ) یا:

تا کجا در روز و شب باشی اسیر

رمزِ وقت از لی مع اللہ یاد گیر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(لی مع اللہ وقت) یا :

زندگی از دہر و دہر از زندگی است
لاتسبّوا الدّہر فرمانِ نبی است

(لاتسبّوا الدہر فانّ الدہر وغیرہ یہاں تو متعلقہ احادیث کی نشان دہی کرنا اس قدر مشکل نہیں، مگر جن اشعار میں، اجزاے حدیث یا الفاظ حدیث کے بجائے، محض مفہوم احادیث کی طرف اشارے کیے گئے ہیں ان کی نشان دہی حدیث کے وسیع مطالعے کے بغیر ممکن نہیں۔ اس مضمون میں محترم ڈاکٹر صاحب ایسے اشارات کے ماخذات بھی، بہ سہولت و بلا تردّد جمع کرتے چلے گئے ہیں، مثلاً: شعر ہے۔

ناز بخشش ہاے آں سلطانِ دیں مسجد ما شد ہمہ روے زمیں

حدیث : وَجُعِلَتْ لیَ الارضُ مسجداً وّ طہوراً... اسی طرح ایک اور شعر ہے :

گفت آں مقصودِ حرف کن فکاں زیر پاے امہات آمد جناں

حدیث : الجنۃ تحت اقدام الامہات۔

علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں بعض احادیث کا ذکر بھی کیا ہے، جن کی سند و ثقاہت مستحکم نہیں ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے اس پہلو کی نشان دہی بھی کردی ہے، مثلاً :

ہرکہ در آفاق گردد بوتراب
باز گرداند ز مغرب آفتاب

یہاں انہوں نے بتایا ہے کہ دوسرے مصرعے میں ایک ضعیف روایت کی طرف اشارہ ہے (کہ آپ ص، حضرت علی رض، کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے۔ نماز عصر کا وقت نکل گیا۔ بیداری پر حضورص نے دعا کی تو سورج واپس آگیا) یا شعر ہے :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جلوۂ او قدسیان را سینہ سوز
بود اندر آب و گل آدم ہنوز

اس کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اس کی بنیاد ایک موضوع حدیث ہے (کہ میں نبی تھا اور آدم ابھی ماء و طین کی منزل میں تھے)۔

"اقبال اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم" اس مجموعے کا ایک اور اہم اور قابل توجہ مضمون ہے۔ یہ علامہ اقبال کا ایک بہت پسندیدہ اور مرغوب موضوع ہے، جس پر انھوں نے بکثرت اور متنوع انداز میں اردو اور فارسی شاعری کے علاوہ نثر میں بھی اظہار خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب نے زیر نظر مضمون کے آخر میں پتے کی بات کی ہے۔ فرماتے ہیں: "جس طرح علامہ اقبال نے اسلام کو سمجھنے کے لیے ایک نئے انداز فکر کی تشکیل کی تھی، اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے صحیح فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایسے نکات کی نشان دہی کی ہے، جو عموماً اہل علم سے پوشیدہ ہیں۔"

"اقبال اور برگساں" قدرے مختلف نوعیت کا مضمون ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے نہایت اختصار مگر جامعیت کے ساتھ دونوں مفکروں کے خیالات کے قرب و بعد پر بحث کی ہے۔ زیر نظر مجموعے کے مقدمہ نگار پروفیسر وقار احمد رضوی نے، اسے بہت اچھوتا مضمون قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ: "اس مقالے کو پڑھ کر مجھے کئی باتیں معلوم ہوئیں، جن میں اکثر الجھا رہتا تھا۔"

بحیثیت مجموعی، ان مضامین کو پڑھتے ہوئے، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کی علمیت اور ایک متوازن لب و لہجے اور معنی و مغز سے باثروت انداز و اسلوب کا احساس ہوتا ہے۔ انھوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے علامہ اقبال کے ہاں، ان کی معنویت اور حقیقت نگاری کو سراہتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ اس بات کی پروا نہیں کرتے کہ کوئی انہیں شاعر سمجھے یا نہیں۔ (ص ۴۴) بعینہٖ بلا تأمل کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں نے نقد و تنقید کے مروجہ انداز و رجحانات کی تعلیم کے بجائے اپنی بات کو اس انداز میں پیش کیا ہے کہ حقائق و حکمت اور معارف و بصائر کا پہلو زیادہ اجاگر ہوگیا ہے۔

(۳)

قرآن پاک کے "مطالعے سے اپنا اطمینانِ خاطر روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے"۔

(علامہ اقبال)

"قرآن پر میں زیادہ اصرار کرتا ہوں کہ اس کے فوائد میرے تجربے میں آچکے ہیں۔"

"وہ جو کچھ سوچتا تھا: قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا۔ جو کچھ دیکھتا تھا، قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھی، اور اس شے واحد میں اس طرح فنا ہوگیا تھا کہ اس دور کے علمائے دین میں بھی، مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو فنائیت فی القرآن میں اس امامِ فلسفہ، اور اس ایم اے، پی ایچ ڈی، بار ایٹ لا سے اگا کھاتا ہوں۔"

(سید ابو اعلیٰ مودودی)

"اقبال کی شاعری تمام تر قرآنی تعلیمات پر مبنی، اور اس کا پس منظر قرآن ہی قرآن ہے ۔ ۔ ۔ خود ان کی تحریروں سے بھی یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے جو کچھ اخذ کیا ہے وہ سب قرآن حکیم سے کیا ہے۔ آنچہ کردم ہمہ از دولتِ قرآن کردم۔"

(قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی)

اسی طرح خلیفہ عبدالحکیم کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ: "اقبال، قرآن کا شاعر ہے"۔ دراصل علامہ اقبال کو قرآن حکیم سے ایسا گہرا شغف تھا، اور انھوں نے قرآن حکیم سے ایسی قلبی و دماغی وابستگی پیدا کرلی تھی کہ وہ جو کچھ لکھتے یا کہتے کسی نہ کسی انداز میں، کسی نہ کسی سطح پر، براہ راست یا بالواسطہ وہ قرآنی مطالب و مفاہیم کی ہی تشریح و تعبیر ہوتی۔ اس اعتبار سے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قرآن، فکرِ اقبال کا سب سے بڑا موضوع ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کی دوسری کتاب، اقبال کے اس اہم ترین موضوع پر ہے۔

"اقبال اور قرآن" اقبال صدی کے اشاعتی پروگرام کے تحت، ان سے بطور خاص لکھوائی گئی تھی۔ فرماتے ہیں، "اللہ پاک کے خصوصی انعام کی وجہ سے مجھے قرآن سے متعلق یہ کام عنایت ہوا، جو میں نے بحمداللہ چند ماہ میں مکمل کرلیا" (دیباچہ، ص ۵) مگر چند ماہ میں مکمل ہونے والی یہ کتاب ان کے برسوں کے مطالعۂ قرآن کا نچوڑ اور اس کے مطالب و مفاہیم تک رسائی کی دلیل ہے۔ کتاب کے ابتدائی حصے میں، قرآن سے متعلق علامہ اقبال کے خیالات، نظریات اور واقعات درج کیے گئے ہیں۔ بعدہٗ ان کے ہر مجموعۂ کلام کے قرآنی مضامین کو حتی الا مکان جمع کرلیا گیا ہے یہ مطالعہ شعر بہ شعر ہے۔ کلام اقبال کے جملہ مجموعوں کے ساتھ انگریزی خطبات کے اشارات اور ان سے مماثل آیات قرآنی بھی جمع کی گئی ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقبال کے بعض اشعار میں تو قرآنی آیات یا اُن کے اجزاء مذکور ہیں، ان کے حوالے سے قرآن پاک کے اصل حوالے تلاش کرنا شاید زیادہ مشکل نہیں، جیسے :-

صرصرے دہ با ہوائے بادیہ   انّھم اعجازُ نخلٍ خاویہ

تا ز مازاغ البصر گیرد نصیب   بر مقام عبدہٗ گردد رقیب

ایسے اشعار، جن میں آیات مذکور نہیں، اور ان کے مطالب کی طرف محض اشارات کیے گئے ہیں، تحقیق طلب تھے۔ "قرآن اور اقبال" کا زیادہ حصہ اسی نوع کی تحقیق پر مشتمل ہے۔ چند مثالیں دیکھیے :

ع نور حق بجھ نہ سکے گا نفس اعداء سے

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّطۡفِئُوۡا نُوۡرَ اللّٰہِ بِاَفۡوَاہِہِمۡ وَیَاۡبَی اللّٰہُ اِلَّاۤ اَنۡ یُّتِمَّ نُوۡرَہٗ (توبہ : ۳۲)

ع سرِ فاران پہ کیا دین کو کامل تو نے

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (مائدہ : ۳)

ع دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (آل عمران : ۹۶)

ایک دو مثالیں، انگریزی خطبات سے : پہلے خطبے میں علامہ، ایک جگہ کہتے ہیں: "وہ [مذہب] ہمیں توقع دلاتا ہے کہ ذات مطلق کا بلاواسطہ لِقا ممکن ہے" قرآن حکیم میں آتا ہے :

فَمَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّہٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِکۡ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖۤ اَحَدًا (الکھف : ۱۱۰)

پہلے ہی خطبے میں علامہ لکھتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مذہب کا جوہر ہے ایمان، اور ایمان کی مثال یہ ہے کہ پرند کی طرح اپنا 'بے نشان' راستہ دیکھ لیتا ہے" یہ ماخوذ ہے آیت شریف آلذین یؤمنون بالغیب (البقرہ : ۳) سے، وغیرہ۔ یہ سب کچھ قرآن مجید کے سالہا سال کے مسلسل اور مستقل مطالعے، غور و فکر اور تدبر کے بغیر ممکن نہیں۔ مشق و مزاولت ہی سے یہ ممکن ہوا کہ ڈاکٹر صاحب نے برسوں کے اس کام کو، جسے پہاڑ کام کہنا چاہیے مہینوں میں مکمل کرلیا۔ کوئی اور شخص ہوتا تو ہزار صفحات کی یہ کتاب مکمل کرنے میں برسہا برس صرف ہوتے۔ ان کے ایک قریبی رفیق ڈاکٹر نجم الاسلام صاحب نے بڑی نکتے کی بات کہی ہے کہ: ڈاکٹر صاحب کے وقت میں بڑی برکت ہے" (ماہنامہ "قومی زبان" کراچی، اپریل ۱۹۸۸ ص ۲۷)۔ یوں معلوم ہوتا ہے، "اقبال اور قرآن" اسی "برکت" کا ثمر ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس کام کو، جو فی الحقیقت ایک عظیم الشان علمی کارنامہ ہے، ڈاکٹر صاحب نے کسی اِدّعا کے بغیر پیش کیا ہے۔ ایک ڈیڑھ صفحے کا مختصر سا دیباچہ ہے، جس میں نہایت انکسار کے ساتھ، زیر تحقیق کام کی نوعیت اور اپنے طریقِ کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی اس تالیف کو، اقبالیات کی نصف صدی کی بہترین کتاب قرار دیا گیا تو بجا ہے۔

© rasailojaraid.com